ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵
پھر اسے نیچوں سے نیچا کر دیا۔[1] (۵)

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶
لیکن جو لوگ ایمان لائے اور (پھر) نیک عمل کیے تو ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔[2] (۶)

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷
پس تجھے اب روز جزا کے جھٹلانے پر کون سی چیز آمادہ کرتی ہے۔[3] (۷)

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸
کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے۔[4] (۸)

سُوْرَةُ الْعَلَقِ

سورۂ علق مکی ہے اور اس میں انیس آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱
پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔[5] (۱)

---

(۱) یہ اشارہ ہے انسان کے ارذل عمر (بہت زیادہ عمر) کی طرف۔ جس میں جوانی اور قوت کے بعد بڑھاپا اور ضعف آجاتا ہے اور انسان کی عقل اور ذہن بچے کی طرح ہو جاتا ہے۔ بعض نے اس سے کردار کا وہ سفلہ پن لیا ہے جس میں مبتلا ہو کر انسان انتہائی پست اور سانپ بچھو سے بھی زیادہ گیا گزرا ہو جاتا ہے اور بعض نے اس سے ذلت و رسوائی کا وہ عذاب مراد لیا ہے جو جہنم میں کافروں کے لیے ہے۔ گویا انسان اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے انحراف کر کے اپنے کو احسن تقویم کے بلند رتبہ و اعزاز سے گرا کر جہنم کے اسفل سافلین میں ڈال لیتا ہے۔

(۲) آیت ماقبل کے پہلے مفہوم کے اعتبار سے یہ جملہ مبینہ ہے' مومنوں کی کیفیت بیان کر رہا ہے اور دوسرے تیسرے مفہوم کے اعتبار سے' ماقبل کی تاکید ہے کہ اس انجام سے اس نے مومنوں کا استثنا کر دیا۔ (فتح القدیر)

(۳) یہ انسان سے خطاب ہے' زجر و توبیخ کے لیے۔ کہ اللہ نے تجھے بہترین صورت میں پیدا کیا اور وہ تجھے اس کے برعکس قعر مذلت میں بھی گرانے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں۔ اس کے بعد بھی تو قیامت اور جزا کا انکار کرتا ہے؟

(۴) جو کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اس کے عدل ہی کا یہ تقاضا ہے کہ وہ قیامت برپا کرے اور ان کی دادرسی کرے جن پر دنیا میں ظلم ہوا۔ پہلے گزر چکا ہے کہ ایک ضعیف حدیث میں اس کا یہ جواب دینا منقول ہے۔ بَلٰى، وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ (الترمذی)

(۵) یہ سب سے پہلی وحی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت آئی جب آپ ﷺ غار حرا میں مصروف عبادت تھے۔ فرشتے نے آکر کہا' پڑھ' آپ ﷺ نے فرمایا' میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں ہوں' فرشتے نے آپ ﷺ کو پکڑ کر زور سے

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ ﴿۲﴾
جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔[1] (۲)

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ ﴿۳﴾
تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔[2] (۳)

الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ ﴿۴﴾
جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔[3] (۴)

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۭ ﴿۵﴾
جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔(۵)

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ ﴿۶﴾
سچ مچ انسان تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔(۶)

اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۭ ﴿۷﴾
اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو بے پروا (یا تونگر) سمجھتا ہے۔(۷)

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۭ ﴿۸﴾
یقیناً لوٹنا تیرے رب کی طرف ہے۔(۸)

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ ﴿۹﴾
(بھلا) اسے بھی تو نے دیکھا جو بندے کو روکتا ہے۔(۹)

عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۭ ﴿۱۰﴾
جبکہ وہ بندہ نماز ادا کرتا ہے۔[4] (۱۰)

اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَي الْهُدٰٓى ۙ ﴿۱۱﴾
بھلا بتلا تو اگر وہ ہدایت پر ہو۔[5] (۱۱)

بھینچا' اور کہا پڑھ' آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس طرح تین مرتبہ اس نے آپ ﷺ کو بھینچا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے صحیح بخاری' بدء الوحی' مسلم' الایمان' باب بدء الوحی) اَقْرَأْ جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے وہ پڑھ۔ خَلَقَ' جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔

(۱) مخلوقات میں سے بطور خاص انسان کی پیدائش کا ذکر فرمایا جس سے اس کا شرف واضح ہے۔

(۲) یہ بطور تاکید فرمایا اور اس میں بڑے بلیغ انداز سے اس اعتذار کا بھی ازالہ فرما دیا' جو آپ ﷺ نے پیش کیا کہ میں تو قاری ہی نہیں۔ اللہ نے فرمایا' اللہ بہت کرم والا ہے پڑھ' یعنی انسانوں کی کوتاہیوں سے درگزر کرنا اس کا وصف خاص ہے۔

(۳) قَلَمٌ کے معنی ہیں قطع کرنا' تراشنا' قلم بھی پہلے زمانے میں تراش کر ہی بنائے جاتے تھے' اس لیے آلۂ کتابت کو قلم سے تعبیر کیا۔ کچھ علم تو انسان کے ذہن میں ہوتا ہے' کچھ کا اظہار زبان کے ذریعے سے ہوتا ہے اور کچھ انسان قلم سے کاغذ پر لکھ لیتا ہے۔ ذہن و حافظہ میں جو ہوتا ہے' وہ انسان کے ساتھ ہی چلا جاتا ہے۔ زبان سے جس کا اظہار کرتا ہے' وہ بھی محفوظ نہیں رہتا۔ البتہ قلم سے لکھا ہوا' اگر وہ کسی وجہ سے ضائع نہ ہو تو ہمیشہ محفوظ رہتا ہے' اسی قلم کی بدولت تمام علوم' پچھلے لوگوں کی تاریخیں اور اسلاف کا علمی ذخیرہ محفوظ ہے۔ حتیٰ کہ آسمانی کتابوں کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے۔ اس سے قلم کی اہمیت محتاج وضاحت نہیں رہتی۔ اسی لیے اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس کو تمام مخلوقات کی تقدیر لکھنے کا حکم دیا۔

(۴) مفسرین کہتے ہیں کہ روکنے والے سے مراد ابو جہل ہے جو اسلام کا شدید دشمن تھا۔ عَبْدًا سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۵) یعنی جس کو یہ نماز پڑھنے سے روک رہا ہے' وہ ہدایت پر ہو۔

أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ﴿١٢﴾
یا پرہیزگاری کا حکم دیتا ہو۔[1] (۱۲)

أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٣﴾
بھلا دیکھو تو اگر یہ جھٹلاتا ہو اور منہ پھیرتا ہو تو۔[2] (۱۳)

أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾
کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔[3] (۱۴)

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾
یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔[4] (۱۵)

نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾
ایسی پیشانی جو جھوٹی خطاکار ہے۔[5] (۱۶)

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾
یہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے۔(۱۷)

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾
ہم بھی (دوزخ کے) پیادوں کو بلا لیں گے۔[6] (۱۸)

---

(۱) یعنی اخلاص، توحید اور عمل صالح کی تعلیم، جس سے جہنم کی آگ سے انسان بچ سکتا ہے۔ تو کیا یہ چیزیں (نماز پڑھنا اور تقویٰ کی تعلیم دینا) ایسی ہیں کہ ان کی مخالفت کی جائے اور اس پر اس کو دھمکیاں دیں جائیں؟

(۲) یعنی یہ ابو جہل اللہ کے پیغمبر کو جھٹلاتا ہو اور ایمان سے اعراض کرتا ہو أَرَأَيْتَ بمعنی أَخْبِرْنِي (مجھے بتلاؤ) ہے۔

(۳) مطلب یہ ہے کہ یہ شخص جو مذکورہ حرکتیں کر رہا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے، وہ اس کی اس کو جزا دے گا۔ یعنی یہ أَلَمْ تَعْلَمْ مذکورہ شرطوں ﴿إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ * أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ﴾ ﴿إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ﴾ کی جزا ہے۔

(۴) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی سے اور آپ ﷺ کو نماز پڑھنے سے جو روکتا ہے، اس سے باز نہ آیا لَنَسْفَعَنْ کے معنی ہیں لَنَأْخُذَنَّ تو ہم اسے اس کی پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ حدیث میں آتا ہے ابو جہل نے کہا تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کعبے کے پاس نماز پڑھنے سے باز نہ آیا تو میں اس کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا۔ (یعنی اسے روندوں گا اور یوں ذلیل کروں گا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو فرشتے اسے پکڑ لیتے"۔ (صحیح البخاری، تفسیر سورة العلق)

(۵) پیشانی کی یہ صفات بطور مجاز ہیں، جھوٹی ہے اپنی بات میں، خطاکار ہے اپنے فعل میں۔

(۶) حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل گزرا تو کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے تجھے نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور آپ ﷺ سے سخت دھمکی آمیز باتیں کیں، آپ ﷺ نے کڑا جواب دیا تو کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو مجھے کس چیز سے ڈراتا ہے؟ اللہ کی قسم، اس وادی میں سب سے زیادہ میرے حمایتی اور مجلس والے ہیں، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اگر وہ اپنے حمایتیوں کو بلاتا تو اسی وقت ملائکہ عذاب اسے پکڑ لیتے۔ (ترمذی، تفسیر سورۂ اقرأ۔ مسند أحمد ۱/۳۲۹ و تفسیر ابن جریر) اور صحیح مسلم کے الفاظ ہیں کہ اس نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی گردن پر پیر رکھنے کا ارادہ کیا کہ ایک دم

كَلَّا ۚ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴿١٩﴾

خبردار! اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ (۱۹)

السجدة ۱۴

سُوْرَةُ الْقَدْرِ

سورۂ قدر مکی ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔ [1] (۱)

وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾

تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ [2] (۲)

الٹے پاؤں پیچھے ہٹا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا' اس سے کہا گیا' کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ "میرے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان آگ کی خندق' ہولناک منظر اور بہت سارے پر ہیں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر یہ میرے قریب ہوتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لیتے"۔ (کتاب صفة القيامة 'باب إن الإنسان ليطغى) الزَّبَانِيَة' داروغے اور پولیس۔ یعنی طاقتور لشکر' جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

☆ اس سورت کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ میں بھی اختلاف ہے۔ قَدْرٌ کے معنی قدر و منزلت بھی ہیں' اس لیے اسے شب قدر کہتے ہیں' اس کے معنی اندازہ اور فیصلہ کرنا بھی ہیں' اس میں سال بھر کے لیے فیصلے کیے جاتے ہیں' اسی لیے اسے لَيْلَةُ الْحُكْمِ بھی کہتے ہیں' اس کے معنی تنگی کے بھی ہیں۔ اس رات اتنی کثرت سے زمین پر فرشتے اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ شب قدر یعنی تنگی کی رات' یا اس لیے یہ نام رکھا گیا کہ اس رات جو عبادت کی جاتی ہے' اللہ کے ہاں اس کی بڑی قدر ہے اور اس پر بڑا ثواب ہے۔ اس کی تعیین میں بھی شدید اختلاف ہے۔ (فتح القدیر) تاہم احادیث و آثار سے واضح ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ اس کو مبہم رکھنے میں یہی حکمت ہے کہ لوگ پانچوں ہی طاق راتوں میں اس کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں' اللہ کی خوب عبادت کریں۔

(۱) یعنی اتارنے کا آغاز کیا' یا لوح محفوظ سے اس بیت العزت میں' جو آسمان دنیا پر ہے' ایک ہی مرتبہ اتار دیا' اور وہاں سے حسب وقائع نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا رہا تا آنکہ ۲۳ سال میں پورا ہو گیا۔ اور لیلۃ القدر رمضان میں ہی ہوتی ہے' جیسا کہ قرآن کی آیت ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ﴾ (البقرة' ۱۸۵) سے واضح ہے۔

(۲) اس استفہام سے اس رات کی عظمت و اہمیت واضح ہے' گویا کہ مخلوق اس کی تہ تک پوری طرح نہیں پہنچ سکتی' یہ صرف ایک اللہ ہی ہے جو اس کو جانتا ہے۔